رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

اڈیٹر و مینیجر قاسم علی احمدی

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷۔ ۱۴۔ ۲۱۔ ۲۸۔

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء | نمبر ۳۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت ایام زیر اشاعت میں خدا کے فضل سے اچھی ہے۔

(۲) چوہدری مظفر الدین صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری کی دعوۃ ولیمہ ۱۸ نومبر کو ہوئی جس میں حضرت صاحب بھی تشریف لائے اور دیگر احباب بھی۔

(۳) جن احباب نے فاروق کے وی پی واپس کئے ہیں وہ براہ مہربانی اپنا بقایا بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں ورنہ پھر انکے نام وی پی ارسال ہوگا

(مینیجر)

قادیان میں احرار کے اجتماع کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کا اعلان

حسب ذیل اعلان ہمارے پاس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوا ہے۔

حکم زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری

ہرگاہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ چند اشخاص جو اپنے آپ کو مجلس احرار ظاہر کرتے ہیں۔ بتاریخ ۲۳ نومبر ۳۵ء یا اس کے قریب ایک عام جلسہ یا مناظرہ یا مباحثہ بمقام قادیان یا رام پور یا ناتھ پور تحصیل بٹالہ یا بمقام راجادہ تحصیل گورداسپور ضلع گورداسپور منعقد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہرگاہ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ایسے اجلاس یا مناظرہ یا مباحثہ سے امن میں خلل پیدا ہونے یا کسی بلوہ یا لڑائی کا احتمال ہے۔ اور اس کے انسداد کے لئے فوری تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ پس میں جے۔ ایم شری نگیش ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور ان اختیارات کی رو سے جو زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء مجھ کو حاصل ہیں۔ حکم دیتا ہوں۔ کہ کوئی ایسا مناظرہ یا اجلاس یا مباحثہ منعقد نہ کیا جائے۔ اور نہ اس میں شامل ہوا جائے۔ اور انہی اختیارات کی رو سے مزید حکم دیتا ہوں۔ کہ عوام الناس سے کوئی فرد بمقام قادیان رام پور ناتھ پور یا راجادہ میں ایسا اجلاس منعقد نہ کر سکے گا۔ اور نہ اس میں شامل ہو سکے گا۔

آج بتاریخ ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

جے۔ ایم۔ شری نگیش۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ کی سالانہ جلسہ کی شان و شوکت بڑھانے کیلئے تیاری

جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر کو ہوگا!

اس سال خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۵ر ۲۶-۲۷ر دسمبر کو ہوگا۔ دور و نزدیک کے احباب کو ابھی سے اس میں شمولیت کی تیاری کا فکر کرنا چاہیئے۔ اور نہ صرف خود اس بابرکت تقریب کے فیوض سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے۔ بلکہ دوسرے اصحاب کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص سال شمار ہوگا۔ کیونکہ اس کے دوران میں احرار کی شرارتیں اور اشتعال انگیزیاں انتہاء کو پہنچ گئیں۔ اور انہوں نے بعض حکام اور دوسری طاقتوں سے امداد حاصل کرکے جماعت احمدیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ جماعت کو اپنے سالانہ اجتماع کی شان و شوکت کو پہلے سے بھی بڑھا کر دکھا دینا چاہیئے۔ کہ معاندین کی مخالفانہ سرگرمیاں ان کے جوش و اخلاص میں اضافہ کا موجب ہوئی ہیں۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ احباب پہلے سے بہت زیادہ تعداد میں شریک ہوں۔ غالباً ۲۸ر دسمبر کو عید الفطر بھی ہوگی۔

حکومت پنجاب کا نوٹس!

مسٹر مظہر علی سکرٹری مجلس احرار کو

پنجاب سول سکرٹریٹ نمبر ۹۱۱ ایس۔ بی لاہور مورخہ ۱۶ر نومبر ۳۵ء!!

جناب من۔ حکومت کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مجلس احرار نے اپنے متبعین کو دعوت دی ہے کہ ۲۲۰-۲۳ر نومبر کو قادیان میں بتعداد کثیر جمع ہو جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ اپنے مکتوب نمبر سی ۳۴۷ ایس۔ ایس۔ بی مورخہ ۲ر جولائی ۳۵ء کی طرف مبذول کراؤں۔ جس میں میں نے آپ کو حکومت کے اس فیصلہ سے مطلع کیا تھا۔ کہ قادیان میں مجلس احرار کی کانفرنس کے انعقاد کی اجازت بدیں وجہ نہیں دی جا سکتی کہ مجلس احرار کے متبعین اور احمدیوں کے تعلقات کشیدہ ہو چکے ہیں اور امن عامہ کے لئے کانفرنس کا انعقاد شدید خطرے کا موجب ہے۔

اب میں آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ حکومت انہی اسباب و وجوہ کی بناء پر قادیان میں اس اجتماع کی اجازت نہیں دے سکتی۔ جس کا مجلس احرار ارادہ کر چکی ہے۔

اگر مجلس احرار اور احمدیہ جماعت کے نمائندے حکومت کو بصورت تحریر یقین دلا دیں کہ اجتماع کی غرض و غائت کی نوعیت پر فریقین کا اتفاق ہو چکا ہے تو اس صورت میں حکومت اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر سکتی ہے۔

(دستخط چیف سکرٹری صاحب حکومت پنجاب)

احرار کی درخواست

یہ نوٹس ملنے پر مسٹر مظہر علی نے چیف سکرٹری صاحب حکومت پنجاب کو ایک درخواست بھیجی۔ جس میں لکھا کہ مجلس احرار کی یہ منشاء نہیں ہے کہ قادیان میں کسی غرض کے پیش نظر کوئی کانفرنس منعقد کی جائے۔ سردست ان کا مقصد و حید یہ ہے کہ نماز جمعہ قادیان میں ادا کی جائے جس کے بعد وہ پرامن طریق سے واپس ہو جائیں گے۔ ہاں اگر احرار کو پھر مباہلہ کی دعوت دی اور اس کے متعلق فریقین نے شرائط طے کر لیں تو اس صورت میں مباہلہ بھی کر لیا جائے گا۔

اس کا جواب چیف سکرٹری صاحب نے یہ دیا۔

حکومت کا جواب

پنجاب سول سکرٹریٹ

نمبر سی ۳۲۹۸ ایس۔ لاہور مورخہ ۱۸ر نومبر ۳۵ء۔

جناب محترم مجھے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ میں جناب کے مکتوب مورخہ ۱۸ر نومبر ۳۵ء کی رسید کا اعتراف کر لوں۔ مجلس احرار اور احمدیہ کمیونٹی کے درمیانہ تعلقات کی جو حالت اس وقت ہے۔ اس کی موجودگی میں حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس نوعیت اور جس پیمانہ کا اجتماع آپ قادیان میں کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق یہی فیصلہ کرے۔ کہ اس سے امن عامہ میں خلل واقع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ بدیں وجہ حکومت اس اجتماع کے متعلق اپنے رویہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

فیصلہ مجلس مشاورت ۳۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بفضلہ العزیز نے مشاورۃ ۳۵ء میں احباب کے مشورہ سے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ "جن موصیوں نے جائداد کی وصیت کی ہوئی ہے انکی اس جائداد کی آمدنی کے علاوہ باقی ہر قسم کی دوسری آمدنیوں پر انکو حصہ آمد ضرور ادا کرنا چاہیئے" یعنی انکو ماہوار آمدنی کی وصیت بھی کرنی چاہیئے۔ اسوقت اس فیصلہ کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے لیکن احباب نے اس فیصلہ کی تعمیل کی طرف توجہ نہیں کی۔ چونکہ اس فیصلہ کی تعمیل ضروری ہے اسلئے ایسے احباب کو جلسہ سالانہ تک حصہ آمد کی وصیت کر دینی چاہیئے۔ ورنہ پھر ایسے موصیوں کے نام مجلس کارپرداز میں سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے لئے پیش کر دیئے جائینگے۔ (محمد سرور شاہ سکرٹری بہشتی مقبرہ ۱۱/۳۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

فاروق

جلد ۲ ❊ قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء ❊ نمبر ۳۰

سلسلہ احمدیہ کے ناواقفوں سے ایک ہمدردانہ درخواست

میرے دل میں ایک تحریک ہوئی ہے اور وہ یہ کہ میں احمدیہ سلسلہ سے بے خبر اور ناواقف اصحاب کو ایک درخواست کے ذریعہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے دعاوی کے متعلق توجہ دلاؤں۔ ہدایت دینا تو صرف خدا کا کام ہے۔ نبی کریمؐ کو ارشاد ہوتا ہے۔ انک لاتھدی من احببت تو میں کون اور میری بساط کیا۔ مگر خداوند کریم سے دعا ہے۔ کہ وہ اُن کی آنکھیں کھولے۔ اور سینہ کو فراخ کرے۔ تا وہ دیکھیں کہ دنیا جسے ایک حقیر پتھر سمجھ کر پھینک رہی ہے۔ وہ ایک چمکدار ہیرا ہے۔ جو جس کے ہاتھ میں جائیگا اسے دنیا و مافیہا سے غنی کر دے گا۔

اوّل۔ سب سے پہلی بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا کوئی معمولی دعویٰ نہیں۔ بلکہ بوجہ ان الفاظ کے جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ اور گذشتہ انبیاءؑ کے اقوال میں مسیح اور مہدی کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں۔ اس دعویٰ کو ایک اہمیت حاصل ہے۔ جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا۔ کہ جب کوئی مسلمان کہلانے والا انسان اس دعویٰ کو سُنے۔ تو بے توجہی سے کام نہ لے۔ بلکہ اس کے پرکھنے کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ بغیر کافی غور و فکر کے انکار کر دینا مومنانہ احتیاط سے بعید ہے۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ سنتے ہی کافر اور دجال کا فتویٰ لگا دیتے ہیں آپ غور فرما دیں۔ کہ اگر مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے۔ تو پھر ان کا انکار خدا کی نظر میں پسندیدہ امر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور مخالفت کرنے والا یا خاموشی اختیار کر کے ایسے عظیم الشان دعویٰ کو استخفاف کی نظر سے دیکھنے والا قیامت کے دن الٰہی مواخذہ کے نیچے ہوگا۔

یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو دنیا کی اصلاح کے لئے مامور فرما کر بھیجا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کو ہر فرد بشر کے لئے فرض واجبی قرار دیا ہے۔ تو پھر عقل انسانی اس بات کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتی۔ کہ اس کے ماننے والے اور نہ ماننے والے خدا کے حضور ایک درجہ پر ہوں۔ معمولی عدالتوں کی طرف سے ایک ادنےٰ حیثیت کا چپڑاسی جب سمن لے کر آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ نہ ہو لینے والا قانونی مواخذہ کے نیچے ہوتا ہے۔ تو کیا شہنشاہ ہر دو عالم کی عدالت ہی ایسی رہ گئی ہے۔ کہ اس کے پیغامبر کی آواز پر کان نہ دھرنے والا بغیر کسی پرسش کے چھوڑا جائے گا؟

پس ہر مسلمان کہلانے والے انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ سوچے کہ کیا اس نے حضرت مرزا صاحبؑ کے معاملہ میں کما حقہٗ غور و فکر کر لیا ہے۔ اور کیا اس کا دل اپنی تحقیقات پر مطمئن ہے؟ آپ خدارا کسی الگ جگہ تنہائی میں بیٹھ کر دنیا کے خیالات سے الگ ہو کر سوچیں کہ کیا آپ اس فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں؟ علمائے اسلام کے کفر کے فتوے کسی کے رستے میں روک نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ مسیح ناصری کو بھی اس کی قوم کے علماء نے کافر ٹھہرایا۔ لیکن آخر وہی صادق نکلا۔ اور دشمن ذلیل و خوار کئے گئے۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی ایسا مجدد بھی اسلام میں گذرا ہے۔ جس کو علمائے وقت نے کافر نہ قرار دیا ہو؟ کیا آپ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول یاد نہیں۔ کہ میری امت کے علماء یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ اور یہود وہ ہیں۔ جنہوں نے خدا کے برگزیدہ رسول مسیح علیہ السلام پر کفر کے فتوے لگائے۔ سو چاہیئے۔ کہ یہ کفر کے فتوے آپ کو تحقیقات سے نہ روکیں۔ کیونکہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر پاک محمد نبیوں کا سردار انہی کو مسیح کے صدق کی ایک نشانی قرار دے چکا ہے۔

دوم۔ بعض لوگ تحقیقات کرنے سے اس وجہ سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے خیال میں مرزا صاحبؑ بعض ایسی باتیں کہتے ہیں۔ کہ جو اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں۔ گو مجھے امید نہیں۔ کہ آپ کے راستے میں ایسی کمزور وجہ روک ہو سکتی ہے۔ مگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاہم اس کا ازالہ بھی کئے دیتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ مصلح صرف فساد ہی کے وقت آتا ہے۔ نہ کہ اس وقت جبکہ لوگ صحیح عقائد پر قائم ہوں۔ اور سیدھے راستے پر چل رہے ہوں۔ لہذا ضرور ہے۔ کہ وہ لوگوں کے بعض عقائد کے خلاف آواز اٹھائے۔ اگر اس نے وہی آکر کہنا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ تو پھر اس کے آنے کا فائدہ ہی کیا ہوا پس تحقیقات کرنا بہرحال ہمارا فرض ہے۔

تحقیق کا طریق مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تحقیقات کس طرح کیجاوے سو اس کے متعلق میں اپنے علم اور فہم کے مطابق عرض کرتا ہوں۔ کہ تحقیقات اس بات کا نام ہرگز نہیں ہے۔ کہ کسی مخالف کی ایک دو کتابیں پڑھ کر یا کچھ زبانی سنکر ہی مدعی کی نسبت یہ فیصلہ کر لیا جاوے۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یکطرفہ بیان سے حقیقت امر کا واضح ہو جانا اگر غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ عیسائی اور آریہ صاحبان کیا کیا جھوٹے الزامات ہمارے نبی کریمؐ کی ذات پر لگاتے ہیں۔ اور کس طرح اپنی کتابوں میں آنحضرتؐ کی احادیث اور قرآن مجید کے متعلق تحریف سے کام لے کر خلق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اب اگر کوئی متلاشی حق ان لوگوں کی کتابیں پڑھ کر نبی کریمؐ کے متعلق فیصلہ کرنا چاہے۔ اور کسی مسلمان واقف کار سے ان کے اعتراضات کا جواب سننے کی تکلیف گوارا نہ کرے تو جو نتیجہ ہوگا۔ وہ ظاہر ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق بھی فیصلہ کی یہ راہ نہیں ہے۔ کہ چند مخالفوں کے اقوال پر ان کو جھوٹا اور مفتری علے اللہ قرار دیدیا جاوے بلکہ حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ان کی اپنی کتابوں کو دیکھا جاوے یا کم از کم ان کے کسی واقف کار خادم کے ساتھ تبادلہ خیالات ہو۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ کہ جس طرح عیسائی اور آریہ صاحبان نبی کریمؐ کی طرف بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض غیر احمدی لوگ بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابلہ میں جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ بعض مخالفین نے یہاں تک کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ کہ عوام الناس کو حضرت مرزا صاحبؑ سے متنفر کرنے کے لئے یہ مشہور کر دیا کہ مرزا صاحبؑ نے تو نیا کلمہ اور نیا قرآن بنایا ہے حالانکہ مرزا صاحبؑ پکار پکار کر فرماتے ہیں ؎

ہم نور رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

فعلی شہادت یہ تو ہوئی قولی شہادت لیکن اگر کسی کو اس سے اطمینان نہ ہو۔ تو حضرت مرزا صاحبؑ کے خادم اسلام ہونے کے متعلق آپ ہی کی فعلی شہادت بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ نے اپنی ساری عمر غیر مذاہب کے ساتھ اسلام کے بارے میں لڑتے جھگڑتے ہی گذار دی۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ کے لئے وہ وہ ہتھیار دیئے کہ جن سے دشمن کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ اور اُس نے محسوس کر لیا۔ کہ یہ آزمودہ کار جرنیل ہمارا کوئی وار چلنے نہیں دیگا۔ غور کا مقام ہے کہ اسلام کے دشمن کس طرح ایک جان ہو کر اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اگر خدا مسلمانوں پر رحم کر کے حضرت مرزا صاحبؑ کو عین وعدہ کے وقت مبعوث نہ فرماتا۔ تو ان دشمنان دین کے سوار اور پیادے آج اسلام کی گلی کوچوں میں پھرتے نظر آتے۔ مگر اس مرد خدا نے صرف اسلام کے گرد ہی آہنی دیوار کھینچکر دشمنوں کے حملوں سے اسلام کو محفوظ نہیں کر دیا۔ بلکہ خود ان کے مورچوں پر حملہ آور ہو کر ان کے درمیان وہ تلوار چلائی ہے۔ کہ ان کے چھکے چھوٹے جاتے ہیں۔

اب دیکھئے باوجود اس قدر صاف فعلی شہادت کے حضرت مرزا صاحبؑ کو اسلام کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ اس سارے بیان سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ صرف مخالفوں کے اقوال پر فیصلہ دے دینا عقلمندی کی راہ نہیں۔ کیونکہ جیسا اوپر بیان ہوا۔ مخالف تو ان کی مخالفت پر اس قدر حد سے گذر رہے ہیں۔ کہ باوجود ان کی طرف سے عظیم الشان قولی اور فعلی شہادتوں کے ان کو اسلام کا دشمن اور نیا کلمہ اور نیا قرآن بنانے والا قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

فرضی روک اس کے بعد ایک اور بات ہے اور وہ یہ۔ کہ بعض لوگ اس خیال سے مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کا انکار کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے خیال میں جو علامات احادیث میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض حضرت مرزا صاحب میں پوری نہیں ہوئیں۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں رکھ کر غور اور تدبر سے گذشتہ انبیاء کے حالات پر نظر ڈالی جاوے۔ تو یہ فرضی روک جھاگ کی طرح خود بخود بیٹھ جاتی ہے۔ خاصکر جب اسی بات کو یاد رکھا جائے۔ کہ مسیح موعودؑ کی نشانیوں میں سے اکثر نہایت وضاحت کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں۔ اور دو چار ہی ایسی ہیں۔ جن کے مفہوم کے متعلق ہمارا اور ہمارے مخالفین کا جھگڑا ہے۔ ان کے متعلق میں فی الحال کسی بحث میں نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ اس کا موقعہ نہیں ہے۔ صرف ایک اصول بیان کئے دیتا ہوں۔ جس کے سمجھنے کے بعد یہ مسئلہ انشاء اللہ ایک حد تک صاف ہو جائیگا وما توفیقی الا باللہ۔

صحیح اصول سو جاننا چاہیئے۔ کہ جب کوئی انسان کسی پیشگوئی کو سنتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اس کے متعلق ضرور اپنے دل میں ایک نقشہ جما لیتا ہے۔ کہ اسے اس طرح پورا ہونا چاہیئے۔ اور اس خیال پر اتنا جم جاتا ہے۔ کہ بعد میں اس کے خلاف کسی واضح ثبوت کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے جو ہم کو احتیاط کی راہ سکھائی ہے اس کا یہی تقاضا ہے۔ کہ ہم پیشگوئی کے الفاظ پر ایمان لاویں۔ اور اس کے پورا ہونے کے منتظر رہیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے اس کے ایک معنے تصور کر لیں گے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ پیشگوئی کے وقوع کے وقت ہم سخت ابتلاء میں پڑ جائیں گے۔ حالانکہ پیشگوئی اپنے صحیح معنوں کے لحاظ سے پوری ہو چکی ہوگی۔ لیکن ہمارے اپنے خیالات ہمارے سامنے آجائیں گے۔ اور ہم کو ہدایت قبول کرنے سے محروم کر دیں گے۔ اس لئے اسلامی تعلیم کے ماتحت ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس پیشگوئی کے کوئی معنے نہ قرار دیں۔ اور جب کوئی شخص اس بات کا مدعی ہو۔ کہ وہ پوری ہو گئی ہے۔ تو تب ہم غور کریں۔ کہ کیا وہ پیشگوئی کسی ایسے مفہوم کے لحاظ سے جو اس کے الفاظ برداشت کر سکتے ہیں۔ پوری ہو گئی ہے یا نہیں۔ اس صورت میں ہم بہت جلد ہدایت کو پالیں گے۔ کیونکہ کوئی دھوکہ دینے والے خیالات ہماری سمجھ کے آگے حائل نہیں ہوں گے۔

مثلاً اگر ایک پیشگوئی کے الفاظ سے دو مختلف مفہوم نکل سکتے ہیں۔ اور وہ دونوں امور غیبیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا پورا ہونا اس پیشگوئی کا انسانی علم سے بالا ہونا ثابت کرتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا اس پیشگوئی کے ظہور سے پہلے مفہوم ثانی کو نظر انداز کر کے مفہوم اول پر جم جانا اور اسی کے پورا ہونے پر پیشگوئی کی صداقت کی بنا رکھنا ہمارے لئے اس پیشگوئی کے مفہوم ثانی کے ظہور کے وقت ایک خطرناک ٹھوکر کا موجب نہ ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ اور ہم باوجود اس کے پورا ہو جانے کے اپنی کم علمی اور جلد بازی کی وجہ سے چلاتے رہیں گے۔ کہ پیشگوئی مذکورا بھی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ سنت اللہ کے موافق وہ پوری ہو چکی ہوگی۔ اور اس کو نہ دیکھنا ہماری اپنی ہی آنکھوں کا قصور ہوگا۔

اسی طرح بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کسی پیشگوئی کے الفاظ کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ ان الفاظ کو استعارہ کے طور پر کسی باطنی مفہوم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہاں اس صورت میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ باطنی مفہوم ظاہری الفاظ سے مستنبط ہو سکے۔ اور عقل سلیم کو تعصب سے الگ ہو کر اس مفہوم اور الفاظ کے درمیان واضح طور پر تعلق نظر آوے خواہ استعارہ کے طور پر ہی ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو مذہبی دنیا سے امان اٹھ جاوے۔ اور منکروں کو قیامت کے دن اللہ پر حجت ہو۔ کہ پیشگوئی مذکور میں جو نشانی بتائی گئی تھی۔ وہ کسی مفہوم میں بھی مدعی پر چسپاں نہ ہوئی۔ میرے اس بیان کو یہ مثال انشاء اللہ خوب واضح کر دے گی۔

واضح مثال

یہود کی کتب میں حضرت عیسےٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی تھی۔ کہ ان کی بعثت سے پہلے حضرت الیاسؑ جو اُن سے پہلے ایک رسول گذر چکے تھے۔ دوبارہ دنیا میں نازل ہونگے۔ اور ان کے نزول کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ اب اس نشانی سے سب یہود نے یہی سمجھ رکھا تھا۔ کہ واقعی وہ حقیقی الیاسؑ جو پہلے گذر چکے ہوئے ہیں۔ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اور ان کے بعد مسیح آئیں گے۔ اسی واسطے جب حضرت مسیح نے دعویٰ کیا۔ تو یہود نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ عذر پیش کیا۔ کہ مسیح سے پہلے الیاسؑ کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح نے ان سے بار بار کہا۔ کہ دیکھو۔ الیاسؑ کے دوبارہ آنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ الیاس جو گذر چکا ہے دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ بلکہ اس سے صرف اتنا مراد ہے کہ ایک نبی مسیح سے پہلے الیاسؑ کی خو بُو پر آئے گا۔ چنانچہ وہ آچکا اور وہی یوحنا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ مگر یہود نے باوجود اس تاویل کے جو سنت اللہ کے موافق حضرت مسیح نے ان کے سامنے پیش کی۔ آپ کو قبول نہ کیا۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ حقیقی الیاسؑ کا دوبارہ آنا ہماری کتب میں مسیح کی ایک نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اور یوحنا نبی کا آنا کبھی بھی الیاس کا آنا نہیں ہو سکتا۔ یہ عذر یہود کا گو بادی النظر میں معقول نظر آتا ہے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اسے سنت اللہ کے موافق غلط قرار دیا۔ اور پیشگوئی کو ظاہری معنوں سے ہٹا کر ایک استعارہ قرار دے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہزاروں۔ لاکھوں یہود مسیح کے انکار کی وجہ سے مورد غضب الٰہی ٹھہرے۔ اگر یہود الیاسؑ کے دوبارہ آنے کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اس کے ظاہری معنوں پر نہ جم جاتے اور اس کے ظہور کا انتظار کرتے۔ تو یقیناً یقیناً ان کی عقل سلیم ان کو حضرت مسیح کی تاویل کو مان لینے پر مجبور کرتی لیکن جلد بازی اور ظاہر پرستی نے ان کو تباہ کیا۔ یہی ٹھوکر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت یہود کو دوبارہ لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ میری مانند اللہ تعالےٰ تم میں سے (یا بموجب بعض روایات کے تمہارے بھائیوں میں سے) ایک صاحب شریعت نبی مبعوث کرے گا۔ اب یہود نے اس پیشگوئی کے یہ معنے اپنے دلوں میں خوب پختہ طور پر جما لئے کہ موعود نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ اس لئے جب آنحضرت صلعم نے دعویٰ کیا۔ تو انہوں نے بایں عذر انکار کر دیا۔ کہ موعود نبی تو بنی اسرائیل میں سے ہونا تھا۔ اور آپ بنی اسمٰعیل سے ہیں۔ اور اس طرح ہدایت سے محروم ہو گئے۔ ان دو مثالوں سے امید ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ آپ پر روشن ہو گیا ہو گا۔ کہ ہر ایک پیشگوئی کے ظاہری معنوں پر جم جانا اور اس کے مطابق مدعی کو ناپنا ایک ہلاکت کی راہ ہے۔ جس سے مومن کو پرہیز چاہیئے۔

صداقت کے حقیقی معیار

پھر ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی مدعی کی صداقت کا معیار صرف گذشتہ انبیاء کی بیان کردہ نشانیاں ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ صرف مددگار کے طور پر ہیں۔ اور حقیقی معیار صداقت خود مدعی کے وجود میں اور اس کے عہد میں تلاش کرنے چاہئیں۔ یعنی

(۱) اول تو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا مدعی کے وقت واقعی دنیا کو اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیونکہ طبیب کی اسی وقت ضرورت پیش آتی ہے۔ کہ جب کوئی بیمار ہو۔ ملاحظہ ہو۔ ظھر الفساد فی البر والبحر (سورہ روم رکوع ۵)

(۲) دوسرے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا مدعی کی ذات ایسی پاک اور مطہر ہے۔ کہ وہ لوگوں کے لئے اصلاح کے کام میں پورا نمونہ بن سکے۔ ارشاد ہوتا ہے لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (سورہ احزاب رکوع ۳)

(۳) تیسرے یہ کہ دعویٰ سے پہلی زندگی مدعی ماموریت کی کیسی گذری ہے؟ کیا وہ مختلف گندوں میں مبتلاء تھا۔ یا راستبازانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ سن لیجئے۔ ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ (سورہ یونس رکوع ۳)

(۴) چوتھے یہ دیکھا ہوتا ہے۔ کہ کیا مدعی دنیا میں واقعی اصلاح کا کام کر رہا ہے یا نہیں۔ فرمایا ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔ (سورہ جمعہ رکوع ۱)

(۵) پانچویں یہ کہ کیا مدعی کو سب نے بلا چون و چرا قبول کر لیا ہے۔ یا اس کی مخالفت بھی ہوئی ہے کیونکہ ضروری ہے۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آوے۔ اس کی مخالفت ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (سورہ یٰسین رکوع ۲)

(۶) یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ باوجود سخت مخالفت کے مدعی کا قائم کردہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے یا نہیں۔ اور یہ کہ مخالفین کی کوششیں اس کے معدوم کرنے میں کامیاب ہو رہی ہیں یا ناکام۔ اگر مدعی اس دنیا میں اکیلا اٹھے۔ اور باوجود مخالفوں کی سر توڑ کوششوں کے ہزاروں لاکھوں کو اپنا غلام بنا کر اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ لاریب خدا کی طرف سے ہے۔ ملاحظہ ہو ارشاد الٰہی کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (سورہ مجادلہ رکوع ۳) نیز فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ (سورہ انعام رکوع ۳)

(۷) ساتویں یہ کہ اس کے اور اس کے اصحاب کے تمام کاموں میں بین طور پر الٰہی تائید کام کرتی نظر آوے۔ خدائی وعدہ ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا (سورہ مومن رکوع ۶)

(۸) آٹھویں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا مدعی کے ذریعے اسلام کو کوئی غیر معمولی تقویت پہنچی ہے یا نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا سچا جانشین وہی ہو سکتا ہے جو دوسرے ادیان پر اسلام کے غلبہ کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (سورہ فتح رکوع ۵)

(۹) نویں اس بات کا دیکھنا ضروری ہے۔ کہ کیا خدا تعالیٰ باوجود مدعی کے دعویٰ الہام وماموریت پر ایک زمانہ مدید گذر جانے کے اس کی تائید کرتا ہے یا اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ الٰہی فیصلہ ہے۔ کہ مفتری علی اللہ جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور دعویٰ کے بعد لمبی مہلت نہیں پاتا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو دنیا سے امان اٹھ جاوے اور سچے اور جھوٹے میں تمیز نہ رہے۔ فرمایا لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (سورہ الحاقہ رکوع ۲)

(۱۰) دسویں یہ کہ جو پیشگوئیاں مدعی بشارت یا انذار کے رنگ میں کرتا ہے۔ وہ سنت اللہ کے موافق پوری بھی ہوتی ہیں یا نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول (سورہ جن رکوع ۳)

یہ دس صداقت کے اصل اور موٹے معیار ہیں۔ جو قرآن کریم نے ہم کو بتائے ہیں۔ اور جن کی عقل سلیم نے تصدیق کی ہے۔ لیکن گذشتہ انبیاء کی پیشگوئیاں جو کسی مدعی کے لئے بطور نشان کے ہوتی ہیں۔ زیادہ تر مددگار کے طور پر ہیں۔

مزید وضاحت

آخری یعنی دسویں معیار کے متعلق کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ گو بعض پیشگوئیاں بہت واضح طور پر ظہور میں آتی ہیں۔ لیکن بعض میں ضرور ایک حد تک منشائے الٰہی کے ماتحت اخفاء کا پردہ بھی ہوتا ہے۔ تا ایمان بالغیب کا ثواب قائم رہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر ایمان کے متعلق سارے پردے اٹھ جاویں۔ اور بالکل شہادت کا رنگ پیدا ہو جاوے تو پھر ایمان پر انسان کسی ثواب کا مستحق کیسے ہو؟ ثواب اسی وقت تک ہے۔ جب تک شہادت کا رنگ نہیں ہے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی اخفا کا پردہ درمیان میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان کے سر پر قہر الٰہی نمودار ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب انسان پر واقعی آن گرے۔ اور صاف طور پر موت سامنے نظر آوے۔ تو ایسے وقت کی توبہ مقبول نہیں ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ لیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن (سورہ نساء رکوع ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس اس میں شک نہیں۔ کہ بعض پیشگوئیوں میں اخفا کا پردہ بھی ضروری ہے۔ ہاں سچ ہے۔ کہ بعض پیشگوئیاں ایسی بھی ہونی ضروری ہیں۔ جن میں عقل سلیم کے نزدیک کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ تاکہ حق اور باطل میں تمیز ہو جاوے۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے اپنے رستہ میں ابتلاء بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ جو بعض اوقات تاویل طلب پیشگوئیوں کی صورت میں پیش آتے ہیں۔ پس اس مقام پر جرأت سے قدم نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مقام خوف ہے۔

بشری کمزوری

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ بسا اوقات خود پیشگوئی کے اصل مفہوم سمجھنے میں اجتہادی غلطی لگ جاتی ہے اور اس بشری کمزوری سے عظیم الشان انبیاءؑ تک مستثنےٰ نہیں ہیں۔ حتےٰ کہ احادیث اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ خود نبیوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض پیشگوئیوں کا ایک مطلب سمجھا۔ لیکن ان کے ظہور کے وقت وہ کسی دوسرے مفہوم میں پوری ہوئیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔ کہ جب ہجرت کے متعلق آپ کو دکھایا گیا۔ تو آپ نے خیال کیا۔ کہ طائف کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر خدا کے علم میں یثرب تھا۔ جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا۔ غرض اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے اس کے وقوع کی کیفیت کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حتےٰ کہ جیسا کہ بیان ہوا۔ اس معاملہ میں نبی بھی اجتہادی غلطی کھا سکتے ہیں۔ اور کھاتے رہے ہیں۔ مثال مذکورہ کے علاوہ ملاحظہ ہو حضرت مسیح ناصری کا روحانی بادشاہت کے وعدہ کو جسمانی بادشاہت کے متعلق سمجھکر ہتھیار صاف کرتے پھرنا۔ اور حضرت نوحؑ کا اپنے اہل کے بچائے جانے کے وعدہ کے متعلق غلطی کھانا۔ جس کا مفصل ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں۔ اور عقل سلیم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ کہ پیشگوئی کا ظہور ضرور کسی ایسے مفہوم میں ہونا چاہیئے۔ جو پیشگوئی کے الفاظ سے مستنبط ہو سکے۔ اور نیز یہ کہ اس کے ظہور میں دست غیبی کام کرتا نظر آئے۔ اور نیز یہ بھی کہ بعض پیشگوئیاں واضح طور پر اپنے ظاہری مفہوم میں بھی پوری ہونی چاہئیں۔ تاکہ دوسری پیشگوئیوں کے لئے بطور مددگار کے ہوں اور تا خصم پر ہر طرح سے حجت ہو۔ اس لئے قرآن کریم نے جہاں بعض آیات اللہ کا متشابہات میں سے ہونا بیان کیا ہے۔ وہاں محکمات کے وجود کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ھوالذی انزل علیک الکتٰب منہ ایات محکمٰت ھنّ ام الکتٰب واخر متشابھات فامّا الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغآء (سورۂ آل عمران رکوع ۱)

یعنے اللہ نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی ہے۔ جس میں بعض آیات محکمات میں سے ہیں۔ سو وہی اصل کتاب ہیں۔ اور بعض آیات اس میں متشابہات ہیں۔ (یعنی ایسی جس میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں) تو وہ لوگ جن کے اپنے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ وہ انہی متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ تاکہ فتنہ پیدا کریں۔

اب دیکھئے اس آیت میں کس وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں محکمات اور متشابہات ہر دو قسم کی آیات ہوتی ہیں۔ پس آدمی کو چاہیئے۔ کہ اصل بنیاد محکمات پر رکھے۔ کیونکہ ھنّ ام الکتٰب باقی متشابہات پر بھی ایمان رکھے۔ کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے اُتاری ہیں۔ مگر محکمات کو چھوڑ کر انہی کے پیچھے نہ لگا رہے۔ جیسے حضرت مرزا صاحب کے بعض مخالفین نے اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے۔

عذاب کی پیشگوئیاں

ایک اور بات ہے جو بہت ضروری ہے۔ اور جس کے بغیر یہ مضمون ناقص رہیگا۔ لیکن وہ بات صرف ان پیشگوئیوں کے متعلق ہے جو کوئی مامور من اللہ اپنے دشمنوں کے متعلق عذاب کے رنگ میں کرے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایسی پیشگوئیوں کے بارے میں کوئی بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ ضرور ظاہری الفاظ میں پوری ہونگی۔ کیونکہ قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے اس نے تمام انذاری پیشگوئیوں کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ پس خواہ یہ شرائط پیشگوئی میں مذکور ہوں۔ یا نہ ہوں۔ وہ پیشگوئی بہرحال ان سے مشروط سمجھی جائے گی۔ ہاں اگر خود پیشگوئی میں وہ شرائط مذکور ہوں۔ تو یہ بار تعالیٰ کا مخلوق پر ایک زاید احسان ہوگا۔ ورنہ ان کا ذکر قطعاً ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ ایک دفعہ قاعدہ کلیہ کے طور پر خدا تعالےٰ کے کلام میں مذکور ہو چکی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (سورۂ انفال رکوع ۴) یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو کبھی ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا۔ جبکہ وہ اپنی کمزوریوں اور گناہوں کو ڈھانپنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ظالم نہیں ہے۔ جب ایک شخص خلوص نیت سے شرارت سے باز آتا ہے اور اپنے رویہ کو بدل لیتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو سزا نہیں دیتا۔ اسی خیال کی مدد میں فرمایا۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ (سورۂ زلزال) یعنی جو شخص ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا۔ وہ اس کا اجر پائے گا۔ یعنی اگر کوئی شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کا اجر پاوے۔ خواہ رجوع کتنا ہی خفیف ہو۔ جیسا کہ لفظ ذرۃ کا مفہوم ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ رجوع الی الحق دل کی کیفیت کا نام ہے۔ اور دل کی کیفیات کی عالم صرف خدا کی ذات ہے۔ ہاں ظاہر میں رجوع کے کچھ نہ کچھ شواہد ملنے ضروری ہیں۔ تا لوگوں پر حجت ہو۔ اب جبکہ یہ شرائط انذاری پیشگوئیوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر باوجود رجوع الی الحق کے کسی شخص کو موعود عذاب پہنچ جاتا ہے تو یہ بات پیشگوئی کو مضبوط کرنے والی ہیں۔ بلکہ اس کے متعلق شبہات پیدا کرنے والی ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی مامور من اللہ یہ پیشگوئی کرے۔ کہ زید پر پانچ سال کے اندر موت کا عذاب آئے گا۔ تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو زید اپنی شرارتوں پر جما رہے گا۔ اور مامور من اللہ کی مخالفت سے باز نہ آئے گا۔ تو اس صورت میں ضرور ہوگا۔ کہ وہ موعود عذاب کا مزہ چکھے۔ لیکن دوسری صورت یہ ہے۔ کہ زید کے دل پر خدا کا خوف غالب ہو جاوے۔ اور وہ شوخیوں سے باز آجاوے۔ تو اس صورت میں بھی عذاب اس کو آپکڑے تو یہ خدا جیسی رحیم کریم ہستی کی شان سے بعید ہوگا۔ غرض وعید کی پیشگوئی کسی صورت میں بھی قطعی نہیں ہوتی۔ بلکہ رجوع الی الحق سے عذاب ٹل جاتا ہے۔

یونسؑ کی پیشگوئی

حضرت یونسؑ کے قصہ میں بلا شرط انذاری پیشگوئی کے ٹل جانے کی ایک واضح مثال موجود ہے یونسؑ نے اپنی قوم کے لئے وعید کی پیشگوئی کی تھی اور کہا تھا۔ کہ چالیس دن کے اندر اس پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے عذاب آئے گا۔ لیکن جب ان کی قوم نے جناب باری تعالیٰ کی طرف تضرع اور خشوع کے ساتھ رجوع کیا تو وہ وعید باوجود بلا شرط ہونے کے ٹل گیا۔

پھر ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے۔ جو انذاری اور تبشیری پیشگوئیوں دونوں پر حاوی ہے۔ اور وہ یہ کہ بعض وقت جس شخص کے متعلق پیشگوئی ہو۔ اس کا کوئی قریبی مراد ہوتا ہے یا مامور کی صورت میں اس کا کوئی جانشین یا اس کی جماعت بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کے ہاتھ میں جنت کے انگوروں کا خوشہ دیکھا۔ جس سے مراد ابو جہل کے لڑکے عکرمہ کا مشرف بہ اسلام ہونا تھا۔ اس طرح آپؐ نے دیکھا۔ کہ آپ کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ جس سے مراد آپ کے خلیفہ برحق عمر بن الخطابؓ کے ہاتھ پر ان دو سلطنتوں کا فتح ہونا تھا۔

پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شاذ کے طور پر بشارت کا وعدہ بھی حالات کے ٹل جانے سے ٹل جاتا ہے۔ حضرت موسےٰؑ کی قوم سے ایک نہایت ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ اس لئے وہ وعدہ اس قوم کے لئے ٹل گیا۔ اور کسی آئندہ زمانہ پر ڈال دیا گیا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ سے وعدہ تھا۔ کہ طوفان میں آپ کے اہل اور آپ پر ایمان لانے والے بچائے جائیں گے۔ لیکن آپ کا بیٹا غرق ہوگیا اور نوح کے عرض کرنے پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا انہ عمل غیر صالح۔

تحقیقات کا راستہ

ہر پہلو سے واضح کرنے کے لئے ایک اور بات کا بھی علم ہونا ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلامی مسائل کے جھگڑوں میں کس چیز کو اصل قاضی قرار دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول

(سورۃ نساء رکوع ۸)

یعنے اگر تمہارا کسی بات پر تنازع ہو جاوے تو اس بات کو اللہ (یعنی قرآن کریم) اور رسول (یعنے احادیث نبوی) پر عرض کیا کرو۔ اگر ان کے مطابق بیٹھے تو ٹھیک ورنہ غلط۔

بعض دفعہ ہمارے مخالفین مفسرین وغیرہ کے اقوال پر ایسے جم جاتے ہیں۔ کہ قرآن اور حدیث کے فیصلہ پر بھی ان کو مقدم کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ جو بات قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہو۔ وہ مردود ہے۔

قرآن مقدم ہے

مگر سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر کہیں قرآن اور حدیث ہی آپس میں ٹکرا جاویں۔ تو پھر کیا کیا جاوے سو اس کا فیصلہ بھی آسان ہے۔ اور خود آیت مندرجہ بالا سے ہی پتہ لگ رہا ہے۔ کہ ایسی صورت میں کیا کیا جاوے۔ کیونکہ خدا کے کلام میں تقدیم و تاخیر بلا وجہ نہیں ہوتی۔ پس حدیث کو حتی الوسع قرآن شریف کے ماتحت لانا چاہیئے۔ اگر مطابقت ناممکن ہو تو قرآن کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حدیث جو قرآن کے مخالف ہو وہ نبی کریمؐ کا قول ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہر چند حدیث کی تلاش اور پڑتال میں بڑے بڑے راستبازوں نے اپنی عمریں خرچ کر دیں۔ اور پرلے درجے کی محنت اور تحقیقات کے بعد صحیح احادیث کو موضوعات کے ذخیرہ سے الگ کیا۔ لیکن خوب غور فرمالیجئے۔ کہ ہم کبھی بھی احادیث کو لفظی اور معنوی رنگ میں قطعی طور پر صحیح نہیں قرار دے سکتے۔ کیونکہ جو اقوال ڈیڑھ دو سو سال بعد جمع ہو کر تحریر میں آئے ہوں۔ اور ان کے لفظی طور پر ذہنوں میں محفوظ رکھنے کا بھی کوئی خاص سامان نہ کیا گیا ہو۔ عقل سلیم کا یہی فتویٰ ہے۔ اور امید ہے کہ آپ اس سے اتفاق کرینگے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ظن کا پہلو موجود ہے۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اور قرآن کے حرف حرف کے متعلق یقینی شہادت ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور آج کا قرآن بغیر تبدیلی زیر زبر کے وہی قرآن ہے جو محمد رسول اللہؐ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر اُترا۔ پس اگر کوئی ایسی حدیث ہے۔ جسے محدثین نے اپنی تحقیقات کی بناء پر صحیح بھی قرار دیا ہے۔ لیکن وہ کسی قرآنی آیت کے صریح مخالف پڑی ہوئی ہے۔ اور کسی طرح پر بھی ہم اس کو قرآنی آیت کے ماتحت نہیں لا سکتے۔ تو اس صورت میں ہم اس حدیث کو ہرگز صحیح نہیں مانیں گے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو ہرگز منسوب نہ کریں گے۔ کیونکہ قرآن شریف اس کو اپنے قطعی اور یقینی ہونے کی وجہ سے غلط اور وضعی قرار دے رہا ہے اسی طرح اگر کوئی حدیث ایسی ہے۔ کہ جس کو محدثین نے اپنی تحقیقات کے مطابق کمزور قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی تائید میں ہم کو کوئی صریح قرآنی آیت مل جاتی ہے۔ تو اس صورت میں وہ حدیث ہر طرح سے درست اور صحیح سمجھی جائے گی۔

اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے۔ جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ وضعی یا ضعیف ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے۔ تو اس حدیث کو صحیح سمجھا جائے گا۔ اور ایسے محدثوں کی راویوں کو مخطی قرار دیا جائے گا۔ جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کے صدق کو خدا نے ظاہر فرما دیا ہے۔ اور واقعات نے اس پر مہر کر دی ہے۔

خدا سے دعا مانگو

سب سے آخر مگر سب سے ضروری عرض یہ ہے۔ کہ اصل ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے تحقیقات کا سب سے بڑا طریقہ یہی ہے کہ بندہ کلی طور پر اپنے آپ کو اللہ کے حضور ڈال دیوے۔ اور اس سے دعا کرے۔ کہ اے رحیم کریم خدا! میری نظر بہت کمزور ہے۔ تو مجھے بینائی بخش۔ تا اس معاملہ میں جو حق ہے۔ میں اسے دیکھ لوں۔ اے عالم الغیب خدا! اگر اس مدعی کا دعویٰ سچا ہے۔ تو تُو مجھے توفیق دے۔ کہ میں اس پر ایمان لاؤں۔ اور اگر یہ گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ تو تُو اپنے فضل سے مجھ کو اس کے شر سے محفوظ رکھ۔ اے میرے مولا! میں تیرے حکم کے ماتحت اس کے معاملہ میں تحقیقات شروع کرتا ہوں۔ مگر میں کمزور ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ میں ٹھوکر کھاؤں۔ تو اپنے فضل سے میری دستگیری فرما اور مجھ پر حق کھول دے۔ آمین

مجھے کامل امید ہے۔ کہ اگر تمام خیالات سے علیحدہ ہو کر خلوص نیت کے ساتھ بندہ خدا کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ تو اس پر ضرور دروازہ کھولا جائے گا۔ مگر نیت کی صفائی شرط ہے۔ کیونکہ اگر بندہ ظاہری طور پر دعا کرتا ہے۔ لیکن دل میں یہی جمایا ہوا ہو کہ یہ سب دکانداری ہے۔ تو پھر شیطان ضرور اس کے رستے میں حائل ہو جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ دل سے تکذیب کے تمام خیالات کلی طور پر نکال دیئے جائیں۔ اور پھر واقعی سچی تڑپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر اپنے آپ کو ڈالکر اس سے مدد چاہی جاوے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ ادعونی استجب لکم۔ مگر وہ دعا ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں۔ کہ رسم کے طور پر یا اوپرے دل سے چند کلمے منہ سے نکال دیئے جائیں۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ جس طرح بچہ تکلیف کے وقت تمام دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنی ماں کی چھاتی پر اپنا سر ڈال دیتا ہے اسی طرح بندہ اللہ کے سامنے اپنا جبینِ نیاز رگڑے حتیٰ کہ الٰہی شمع اس کے راستے کو منور کر دے۔ میرا خیال ہے۔ کہ فی الحال اسی قدر لکھنا کافی ہوگا۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے اس درخواست میں حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق کوئی بحث نہیں کی۔ کیونکہ یہ اس درخواست کے مقصد سے باہر ہے۔ میں نے اپنے علم کے مطابق آپ کو تحقیقات کا رستہ بتایا ہے اور بس

مجھے امید ہے۔ کہ آپ حضرت مرزا صاحب کے متعلق پوری تحقیقات سے کام لیں گے۔ جہاں انسان دنیا کے کاموں کے لئے اتنا وقت خرچ کرتا ہے۔ اور رات دن دنیا کے لئے گذارتا ہے حالانکہ دنیا چند روزہ ہے۔ وہاں آخرت کا سامان پیدا کرنے کے لئے کچھ تھوڑا سا وقت نکالنا اس پر بوجھ نہ ہونا چاہیئے۔ اور امید ہے۔ کہ آپ پر نہ ہوگا۔ میں اس درخواست کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ اور اگر آپ اس درخواست کے ملاحظہ کے بعد یہ پسند فرما دیں۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق کچھ تحریر کروں۔ تو یہ امر میرے لئے بہت بڑی خوشی کا موجب ہوگا۔

میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق سخت بے انصافی سے کام لیا گیا ہے ورنہ ان کا وجود سراپا نور ہے۔

مگر ہم مایوس نہیں ہیں

وہ دن آتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے۔ تو ہم اس کی پو پھٹتی دیکھ رہے ہیں۔ جب دنیا دیکھے گی۔ کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کا پتھر نکلا۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت مرزا صاحب سے وعدہ ہے۔ کہ وہ بڑے زور آور حملوں سے ان کی سچائی کو دنیا پر ظاہر فرمائے گا۔ اور وہ جو ان کی جماعت کی تباہی کے درپے ہیں۔ اپنی کوششوں میں نامراد رہیں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

واللہ لا یخلف المیعاد ۰ !!

(مسیح موعودؑ کا ایک غلام)

نوٹ

حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق

مزید معلومات حاصل کرنے ہوں۔ تو دفتر فاروق قادیان سے سلسلہ احمدیہ کی ہر قسم کی کتب خرید کر ضرور مطالعہ کریں ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خالصہ مشن

بھائی سیوا سنگھ صاحب کے ٹریکٹوں پر ایک نظر
نمبر (۶)

(از گیانی واحد حسین صاحب احمدی مبلغ)

سیوا سنگھ "وہ گورو نانک صاحب جو
حق پرایا نانکا اُس سوئر اُس گائے
گور پیر حامی نال بھرے جامردار نہ کھائے
عقیدہ رکھتے تھے۔ اُس محمدؐ صاحب کے جس نے
لُوٹ مار کی اجازت دے رکھی تھی۔ بلکہ لُوٹ کے
مال سے پانچواں حصہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ پیرو کار
ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔"

(گورو نانک صاحب اور اسلام صفحہ ۱۷)

جواب۔ بھائی صاحب کو چاہیئے تھا۔ کہ اپنے
اور بیگانے کی تعریف اپنی کتاب سے کر دیتے۔ کہ
کونسا مال اپنا اور کونسا بیگانہ ہوتا ہے گورو نانک
صاحب کے قول کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ دوسرے
کا مال مسلمان کے لئے سوئر اور ہندو کے لئے گائے
کے گوشت کے برابر ہے۔ بھائی صاحب کا یوں ہی
بڑبڑ کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ حق پرائے ادا اپنے
کی تشریح وہاں نہیں۔ اور نبی کریم صلعم کے متعلق
یہ کہنا کہ آپ نے لوٹ مار کی اجازت دے رکھی تھی
اتنا بڑا جھوٹ ہے۔ جس کی مثال سوائے سیوا سنگھ
کے ملنی محال ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے۔ کہ دشمن کا مقابلہ کرو۔ لیکن لَا تَعْتَدُوْا یعنے
زیادتی مت کرو۔ اور آنحضرت صلعم کے تمام جنگ
مدافعانہ طور پر تھے۔ جن کا مفصل ذکر قرآن مجید
میں مرقوم ہے۔ باقی رہا مال غنیمت سو یہ لڑائی کے
بند کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ جب تک دشمن
کی مقبوضہ اشیاء اس سے چھینی نہ جائے تب تک
اس کی طاقت کمزور نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے ہر ایک
مہذب قوم اس کی اجازت دیتی ہے۔ بلکہ کوئی قوم
ایسی نہیں جو لڑائی میں مال غنیمت حاصل کرنے کی
تعلیم نہ دیتی ہو۔ بلکہ سکھوں نے تو خاص طور پر لُوٹ
مچائی۔ جیسا کہ کنج پورہ۔ سامانہ۔ گجرات۔ سندھ
لاہور۔ شیخوپورہ۔ سرہند اور جالندھر وغیرہ کے
واقعات سے ظاہر ہے۔ بھائی گورداس جو کہ گورو
گوبند سنگھ کے بعد گذرے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔
"سب جگ تنہوں لُوٹ کر تُرکان چُن کھائے"

(وار ۴ پوڑی ۱۷ صفحہ ۳۴)

یعنے سکھوں نے سارے ملک کو لُوٹ کر مسلمانوں
کو چُن چُن کر مارا۔ افسوس جن کی کتابوں میں لوٹ مار
کے کارنامے موجود ہوں۔ وہ نبی کریم صلعم پر کس
طرح اعتراض کر سکتے ہیں۔ جبکہ آپ نے سوائے
جنگ کے کبھی لُوٹ کی اجازت نہیں دی۔ پس نبی کریم
صلعم نے کوئی ایسی تعلیم نہیں دی۔ جس پر معقول طور پر
اعتراض کیا جا سکے۔ اور مال غنیمت میں نبی کریم صلعم
کا پانچواں حصہ ہونے پر اعتراض بھی بھائی صاحب
کی جہالت کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم
صلعم خود جنگوں میں شریک ہوتے تھے۔ اور وہ
مال غنیمت جو نبی کریم صلعم کو ملتا تھا۔ وہ دراصل غرباء
اور مساکین جو کہ جنگ میں شامل نہ ہوتے تھے۔ ان کا
حصہ تھا۔ جو نبی کریمؐ صلعم کے واسطہ سے ان کو دیا جاتا۔
کیونکہ حضور غریبوں اور یتیموں کے والی تھے۔ اس
پر اعتراض کرنا اپنی بے وقوفی کا اظہار کرنا ہے۔ اب
ہم بھائی صاحب کے گوروؤں کا ذکر ان کی تسلی کے
لئے کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو ناجائز
مال حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ بلکہ خود
بھی ایسا مال کھاتے رہے۔

گورو صاحب کیلئے چوری کرنا سمن اور موسن
جو کہ لاہور میں
رہتے اور گوروارجن صاحب کے سجگت تھے۔
ان کے متعلق لکھا ہے کہ جب گورو صاحب لاہور تشریف
لے گئے۔ تو سمن نے اپنے باپ موسن سے کہا۔ کہ ہم
گورو صاحب کی دعوت کریں۔ تب موسن نے جواب
میں کہا۔ کہ گورو جی کے ساتھ بہت سنگت ہوتی ہے
اور ہم غریب ہیں۔ تب سمن نے کہا کہ اگر آپ پسند
کریں۔ تو کسی ساہوکار کے گھر سے چوری کر کے گورو صاحب
کی دعوت کر دیں۔ فرزند ارجمند کی یہ بات سُن کر
موسن بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ گورو کے لئے چوری
کرنا بھی اچھا کام ہے۔ اور آپس میں مشورہ کر کے گورو
صاحب کے لئے چوری کی ٹھانی۔ اتفاق سے پاس
کی گلی میں ایک ساہوکار کی لڑکی کی شادی تھی۔ اور
انہوں نے بہت سا سامان اکٹھا کیا ہوا تھا۔ سمن
اور موسن نے رات کے وقت وہاں نقب لگائی
موسن باہر رہا اور سمن نے جو اندر داخل ہو گیا تھا
بہت سا مال نکال کر باہر اپنے باپ کو پکڑا دیا اور
موسن سارا سامان گھر چھوڑ آیا۔ اتفاق سے نقب
ایسی طرح لگی کہ سمن اندر داخل ہو گیا۔ لیکن باہر نکلنے
کے لئے وہ سوراخ تنگ تھا۔ بوجہ چھت کے سمن
کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ اور دن چڑھنے
کو تھا۔ تب باپ نے بیٹے کو کہا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم پکڑے
جاویں۔ اور قید خانہ جانا پڑے۔ تب بیٹے نے کہا
کہ آپ میرا سر کاٹ لیں۔ تاکہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔
اور گھر جا کر گورو مہاراج کی دعوت ضرور کریں باپ
نے ایسا ہی کیا۔ اور گورو جی کو اپنے گھر بلایا ہر رنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے کھانے تیار کئے۔ اتنے میں جب ساہوکار نے اپنے گھر میں لاش دیکھی۔ اور حیران ہوگیا۔ کہ اگر بادشاہ کو یہ پتہ چل گیا۔ تو ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی پھانسی پر لٹکنا پڑے۔ یہ سوچ کر وہ موسن کے پاس پہنچا۔ اور کہا۔ کہ آپ مہربانی کر کے میرے گھر ایک لاش پڑی ہے۔ اس کو دن چڑھنے سے پہلے اٹھا کر کہیں باہر پھینک دو۔ (ایسے کام کے لئے موسن ہی موزون تھا احمدی) اور جو کچھ لینا ہو دے دوں گا۔ موسن نے کہا۔ کہ اب تو دن چڑھ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ راز فاش ہو جائے۔ اس لئے میں لاش کو اپنے گھر لے آتا ہوں۔ اور کل رات کو کہیں باہر ندی میں پھینک آؤں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ کہکر موسن لاش کو اپنے گھر لے آیا۔ اور گورو ارجن صاحب کی خدمت میں دعوۃ کو کہا۔ جس کو آپ نے منظور کر لیا۔ اور موسن کے گھر بمع مریدوں کے چلے آئے۔ جب موسن نے آپ کے آگے کھانا وغیرہ رکھا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ سمن کہاں ہے اس کو بلاؤ۔ موسن نے کئی بہانے بنائے۔ لیکن گورو جی نے اس کے بلانے پر اصرار کیا۔ تب موسن کے کہنے پر گورو صاحب نے سمن کو آواز ماری۔ وہ اسی وقت اندر سے زندہ ہو کر باہر آگیا۔"

(گورو بھگت مالا صفحہ ۵۲۷ مطبوعہ وزیر ہند پریس امرتسر)

ناظرین غور فرما دیں۔ کہ گورو ارجن صاحب جی مہاراج کیسی پاکیزہ کمائی کا پرشاد چھک رہے ہیں۔ اور آپ کے بھگت گورو مہاراج کے لئے چوری کرنا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ جب گورو مہاراج نے بوجہ عالم الغیب ہونے کے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ سمن مرا ہوا ہے۔ اور اس کی لاش اندر پڑی ہے۔ اور اس کو زندہ کر دیا۔ تب ان کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیئے تھا۔ یہ چوری کے مال سے جس کو گورو نانک صاحب نے سور اور گائے کا گوشت قرار دیا ہے آپ کی دعوۃ طعام کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس ساکھی میں بتایا گیا ہے کہ سمن و موسن کے اس فعل کو گورو جی نے جان لیا تھا۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ اگر آپ چوری کے مال کو حرام اور ناپاک سمجھتے تو موسن کو نصیحت کرتے۔ اور خود یہ دعوۃ نہ کھاتے۔ اور نہ ہی اپنے مریدوں کو کھلاتے۔ اب بھائی سیوا سنگھ صاحب مہربانی فرما کر بتائیں۔ کہ کیا یہ گورو نانک صاحب کے قول کے مطابق کھانا سور اور گائے کا گوشت نہیں؟

گورو صاحب کی طرف سے چوری کرنے کی اجازت

تواریخ گورو خالصہ میں سری گورو ارجن دیو جی مہاراج کے متعلق بدھی چند کا بیان درج ہے۔ کہ گورو ارجن صاحب نے بدھی چند کو نصیحت کی کہ چوری نہ کرے۔ تب بدھی چند نے جواب عرض کیا۔ کہ حضور سچے بادشاہ اور تو میں سب کام چھوڑ سکتا ہوں۔ صرف ایک چوری کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تب گورو مہاراج نے کہا۔ کہ اچھا تم چوری اپنے لئے مت کیا کرو۔ پر اُپکار کے لئے چوری کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔ اور تیری نجات اسی میں ہوگی۔" (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۴۵)

گویا اُسے کہا۔ کہ اپنی ذات کے لئے چوری نہ کرنا غریبوں اور گورو کے لئے چوری کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ سکھوں کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ گورو کے لئے چوری کرنا ایک کار ثواب ہے۔ جیسا کہ سمن موسن اور بدھی چند کے اس بیان سے بھی عیاں ہے۔

دبستان مذاہب کی گواہی

دبستان مذاہب کے مصنف نے کافی عرصہ چھٹے گورو سری گورو ہرگوبند صاحب کے پاس رہ کر چشم دید حالات اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"و بدہتا در اول دُزد بود و الحال نیز مُریدانش بدزدی اشتغال دارند و در فرمانبرئ گرو نجاشت مے کوشند و عقیدہ آش آنست۔ کہ ہر چہ برائے گرو دزدند ستودہ است و در آں ثواب سکھاں گویند ہرگوبند گفتہ روز جزا مریدانِ مرا در اعمال نپرسند۔"

(دبستان مذاہب صفحہ ۲۳۹)

ترجمہ۔ اور بدتا (بدھی چند) ابتدا میں چور تھا۔ اور اس وقت بھی اُس (ہرگوبند کے) مرید چوری پیشہ تھے۔ اور وہ گرو کے حکم کی تعمیل میں نہایت کوشش کرتا ہے۔ اور اس کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ گورو کے لئے چوری سے پیدا کریں بہت اچھا ہے۔ اور اس میں ثواب ہے۔ سکھ کہتے ہیں۔ کہ گورو ہرگوبند نے کہا کہ قیامت میں میرے مریدوں سے اعمال کی پوچھ نہ ہوگی۔

اب بھائی سیوا سنگھ صاحب کو تسلی ہو گئی ہوگی۔ کہ گورو صاحب کے پاس چور رہتے۔ اور گورو نے انکو چوری کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور سکھ گورو کے لئے چوری کرنا ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ چنانچہ گیانی گیان سنگھ نے اپنی کتاب تواریخ گورو خالصہ میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے صوبہ دار لاہور کی وہ رپورٹ درج کی ہے۔ جو اس نے دہلی بھیجی وہ سیوا سنگھ کی آگاہی کے لئے نیچے درج کرتا ہوں۔

"گورو ہرگوبند نے اپنے بزرگوں کی پیروں فقیروں والی رسم چھوڑ کر ڈاکوؤں کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ جنگ کا سامان اکٹھا کر رہا ہے سارا پنجاب اس کا مرید ہے۔ سینکڑوں چور ان کے پاس ٹھہرے رہتے ہیں۔" (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۸۶)

اِن واقعات کی موجودگی میں کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ کہ گورو صاحب مہاراج نے یہ چور بدھی چند جیسے کسی غرض کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ آگے بدھی چند کے کارنامے بھی درج ہیں۔ جن کو بھائی سیوا سنگھ صاحب کی مرمت کے لئے اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ سنو!

"ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ گورو مہاراج اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محلوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ کی بیوی نے عرض کیا۔ مہاراج ہمیں وہ اپنا سکھ چور دکھائیں جس نے بادشاہ کے گھوڑے چرا کر آپ کو دیئے تھے۔ تب گورو صاحب نے بدھی چند کو بلایا ماتا جی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ مہاراج یہ تو سکھوں جیسا سکھ ہے۔ ہم نے تو سن رکھا ہے۔ کہ چور کالے اور ڈراونی شکل کے ہوتے ہیں۔ تب بدھی چند نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ماتا جی ہم بھی چوری کرتے وقت کالے اور ڈراونے بن جاتے ہیں۔ اپنا گھوڑے چرانے کا سارا قصہ سنایا۔ گرو مہاراج اور ماتا جی بہت خوش ہوئے۔ اور بدھی چند کو دعائیں دیں تب ماتا نے کہا کہ میں تجھے تب بہادر سمجھوں گی۔ کہ جس طرح تم نے گھوڑے چوری کر کے گورو صاحب کو لا کر دیئے ہیں۔ اور گورو مہاراج کی خاطر اور چوریاں کی ہیں۔ اس طرح مجھے شاہجہان کی بیگم کے زیور لا دے تب بدھی چند نے عرض کیا کہ ماتا یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ اگر راجے اندر کی رانیوں کے زیور کہو تو لا دوں یہ کہکر اور گورو صاحب سے اجازت لے کر روانہ ہوا۔ اور شاہجہان کی بیگم جو کہ لاہور سے دہلی جا رہی تھی کے قافلہ کے ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں زیوروں کا ڈبہ چرا کر لے آیا۔ تب ماتا جی بہت خوش ہوئے اور گورو صاحب نے بہت عزت کی۔"

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۴۸)

کیوں بھائی سیوا سنگھ صاحب یہ مال حرام ہے یا مال غنیمت۔ کیا تم بھی کسی پر اعتراض کرنے کا حق رکھتے ہو۔ جبکہ گورو کے لئے چوری کرنا تمہارے نزدیک جائز ہو۔ بلکہ گورو مہاراج اجازت دیتے اور ایسے شخص کی عزت کرتے دعائیں دیتے ہیں۔ شرم شرم شرم !!

گورو صاحب نے شاہجہان کا بازو پکڑ لیا!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گورو ہرگوبند صاحب شکار کھیلتے ہوئے موضع کوہالی ٹھہرے تو قریب ہی جنگل میں بادشاہ بھی شکار کھیل رہا تھا۔ بادشاہ کا سفید باز جو کہ بدخشاں کے بادشاہ نے ان کو بطور تحفہ بھیجا ہوا تھا۔ اڑ کر گورو صاحب کے بازوؤں میں آ بیٹھا اور گرو مہاراج نے اس کو پکڑ لیا۔ اور بادشاہ کے مانگنے پر بھی نہ دیا۔ اور یہ عذر بنایا۔ کہ جو ہماری پناہ میں آ جائے ہم اُسے واپس نہیں دیا کرتے۔"

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۶۵)

کیوں بھائی سیوا سنگھ صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ تو سہی کہ یہ مال اپنا ہے یا حرام کا ہے۔ اگر کسی کی بھینس بھاگ کر کسی سکھ یا بھائی صاحب کے ڈیرہ میں چلی آئے اور وہ اسے رسہ ڈالکر باندھ لیں۔ اور مالکوں کے مانگنے پر جواب دیدیں۔ کہ چونکہ یہ ہماری پناہ میں آ گئی ہے۔ اس لئے ہم اسے واپس نہیں دے سکتے۔ تو کیا اس جواب میں آپ حق بجانب ہوں گے۔ اگر نہیں تو پھر گورو صاحب کا یہ فعل کس طرح عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کیا یہ جرم عظیم نہیں۔ جس کے لئے اگر کورٹ میں جانا پڑے تو..... ہو کیا یہ گورو نانک صاحب کے قول کے مطابق "حق پرایا نانکا اُس سور اُس گائے" کا مصداق نہیں۔ پھر گورو صاحب کا قاضی رستم خان سے گھوڑا خریدنا اور قیمت کا اودھار کرنا آخر وعدہ خلافی کر کے روپیہ نہ دینا آخر اس کی لڑکی کو اغوا کر لینا سورج پرکاش و گور بلاس میں مرقوم نہیں۔ کیا یہ مال اپنا تھا یا بیگانہ؟

گورو گوبند صاحب کا مسافر ونکی پگڑیاں اُتروانا

سورج پرکاش و تواریخ گورو خالصہ میں مرقوم ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے پاس بہت سے نذرو نیاز لائے۔ تو گورو جی نے انکو سروپا دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ اور خود "کپال موچن" جو ہندوؤں کا متبرک تیرتھ تھا وہاں میلے پر چلے تو وہاں پہنچکر مسندوں نے عرض کی۔

تب مسندن ست گور پاس

ہاتھ جور کینی ارداس!
مہاراج ہم بہو پور پھرے
پگیا تھوڑی لیاون کرے
خرچ ہزار پاگ کو ابھے
کرے اُپائے نہ پراپت سبھے

یعنے مسندوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ مہاراج ہم نے بہت کوشش کی ہے۔ لیکن تھوڑی پگڑیاں ملی ہیں ہزار پگڑیوں کا خرچ ابھی ہے۔ لیکن باوجود کوشش کرنے کے نہیں مل سکیں۔ اب جیسا حضور کا حکم ہو اگر حضور فرماویں۔ تو میلہ میں جو لوگ آئے ہیں ان کی پگڑیاں اُتار لیں۔ تب گورو جی نے فرمایا۔

تب ست گور اُچرت بچارا
بل تے چھینے کریہہ پکارا
بھاگ جائے میلہ ڈر پاوے
بگڑے جنگ کرن بن آوے!
تو دُنہ سر ہے کارج کودُ!
کرے سو رام سُکھ تے سدھ ہودُ

مطلب۔ گورو جی نے بڑے غور کے بعد فرمایا۔ زور سے پگڑیاں چھیننے سے یہ لوگ پکار کریں گے۔ اور ڈر کر بھاگ جاویں گے۔ اور بگڑ کر جنگ کرنے تک نوبت پہنچ جائے گی۔ تب ہمارا کام پورا نہ ہو سکے گا ہاں اس طرح کرو کہ جو شخص تیرتھ کے تالاب کے قریب پاخانہ کرتا ہوا پایا جاوے۔ اسکی پگڑی تیرتھ کی بے ادبی کا بہانہ بنا کر اُتار لو۔ لوگوں میں بھی عزت قائم ہو جائیگی اور ہمارا کام بھی ہو جائیگا۔" سورج پرکاش رُت ۲ آنسو ۲ نمبر ۲۷ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ آفتاب پنجاب لاہور اور یہ پرسنگ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۰۶ مطبوعہ کیکٹسن پریس انارکلی لاہور جو ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۹۵۶ بکرمی سنہ ۱۹۳۱ نانک شاہی میں چھپا۔

ناظرین یہ ہے مال بیگانہ جس کو گورو نانک صاحب نے ہندو کیلئے گائے اور مسلمان کیلئے سور بنایا ہے محض اپنے بھگتوں کو پگڑیاں دینے کیلئے بیچارے یاتریوں مسافروں کی پگڑیاں تیرتھ کی توہین کا بہانہ بنا کر اُتار لینا حالانکہ بقول سکھوں کے گورو صاحبان کا تیرتھ یاترا کیساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ ایسے بیسیوں واقعات